جن کی اصل 'نور' ہے ـــــ اور جو صاحبِ تشخص اور شعور ہی نہیں 'خود شعوری' کی نعمتِ عظمیٰ سے بھی سرفراز ہیں!

اور اس میں کونسے تعجب کی بات ہے کہ ان ملائکہ اور ارواحِ انسانیہ میں سب سے پہلے خلعتِ وجود سے سرفراز ہونے والی ہستی "نورِ محمدیؐ" ـــــ یعنی "رُوحِ محمدیؐ" ہی ہو، ـــــ فداہُ اٰباءُنا و امہاتنا!!

واضح رہے کہ قرآنِ حکیم جیسے نہ صرف شعور بلکہ شعورِ ذات کی حامل ان دونوں انواع (یعنی فرشتوں اور ارواحِ انسانیہ) کو 'عالمِ امر' سے متعلق قرار دیتا ہے اسی طرح ان کے باہمی مخاطبہ و مکالمہ ـــــ اور خود اللہ تعالےٰ کے اُن دونوں سے خطاب و کلام کو بھی ـــــ جس کا اصطلاحی نام 'وحی' ہے 'عالمِ امر' سے متعلق قرار دیتا ہے ـــــ اس موضوع پر قرآن کا 'ذروۂ سنام' یعنی اہم ترین مقام سورۂ شوریٰ کی آیات ۵۱ و ۵۲ ہیں:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ	اور کسی بشر کی بھی یہ شان نہیں
اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ	ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر
حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا	وحی کے ذریعہ سے یا پردے کی
فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ	اوٹ سے یا بھیجے کسی فرشتہ کو
اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ	پس وہ وحی کردے اس کے
اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ	اذن سے جو وہ چاہے۔ وہ بڑا
اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ	ہی عالی مقام بڑا ہی حکیم ہے
مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ	اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف
جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ	بھی وحی کی ہے ایک روح اپنے

مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

امر میں سے نہ تم یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے ۔ لیکن ہم نے اس کو ایک نور بنا دیا جس سے ہم ہدایت دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اور بے شک تم ایک سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہو ۔ (۵۱ - ۵۲)

ان آیاتِ مبارکہ میں 'روح' — 'امر' — 'وحی' — اور 'نور' کے الفاظ مبارکہ جو ہماری اس پوری بحث کا مبنیٰ اور مدار ہیں جس شان سے وارد ہوتے ہیں، اس کی کوئی دوسری مثال اغلباً خود قرآن میں موجود نہیں ہے (واللہ اعلم !) ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ان دو آیات کو اس موضوع پر قرآن حکیم کا 'ذروۂ سنام' قرار دیا ہے ۔

(جاری ہے ۔)

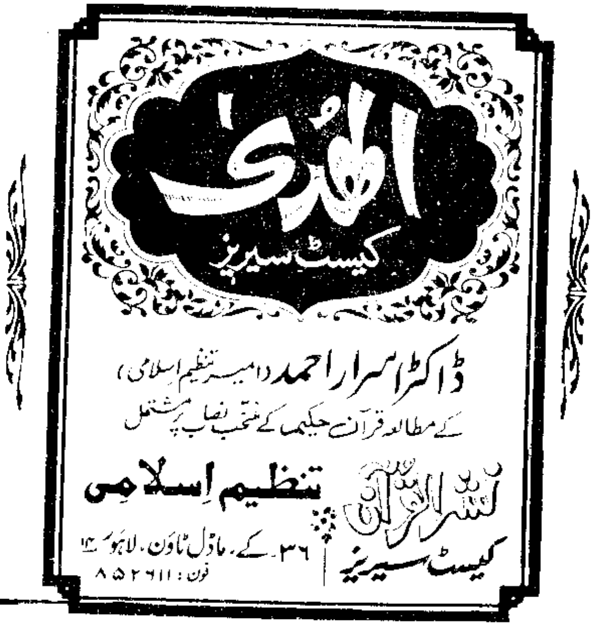

سلسلۂ تقاریر الۤـمّۤر

سورۃ الحجر

ڈاکٹر اسرار احمد

السلام علیکم ۔ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ
باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الۤرٰ تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۔ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۔ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَ
يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۔ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ
اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۔ اٰمنت باللہ صدق اللہ العظیم ۔

الۤر سیریز کی آخری سورہ سورۃ الحجر ہے جو ۹۹ آیات اور ۶ رکوعوں پر مشتمل ہے اسی سورہ مبارکہ کے ضمن میں یہ حقیقت بڑی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ قرآن مجید کی جو تقسیم پاروں کی صورت میں ہوئی ہے وہ دور نبوی اور دور صحابہ میں پائی نہیں جاتی تھی۔ بلکہ بعد میں کی گئی ہے جو نہایت ARBITRARY ہے چنانچہ اس سورہ مبارکہ کی صرف ایک آیت تیرھویں پارے میں ہے اور باقی پوری سورہ چودھویں پارے میں ہے یہ سورہ اپنے مضامین اور اپنے اسلوب دونوں کے اعتبار سے بالکل ابتدائی زمانے کی سورتوں سے مشابہ ہے ۔ چنانچہ اسلوب کے اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں آیات چھوٹی ہیں ردہم (RYTHEM) تیز ہے اور صوتی آہنگ بہت نمایاں ہے مضمون کے اعتبار سے اس سورہ کے پہلے ہی رکوع میں منکرین کا ایک قول نقل ہوا ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مذاق اڑاتے ہوئے یہ کہا یَا اَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ " اے وہ شخص جس پر بزعم خویش یہ ذکر یعنی قرآن نازل ہوا ہے ہمارے

نزدیک تو تم مجنون ہو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر، کفر نباشد۔ یہ بات اس سے پہلے بھی عرض کی جاچکی ہے کہ حضور کی دعوت کے خلاف جو پہلا ردعمل ظاہر ہوا۔ وہ استہزاء اور تمسخر ہی کا تھا اس سورۂ مبارکہ کے آخیر میں بھی اس کا ذکر ہے چنانچہ آیت نمبر ۹۵ میں فرمایا گیا۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ یعنی اے نبیؐ آپ گھبرائیں نہیں ان استہزاء اور تمسخر کرنے والوں کے دفاع کے لیے ہم کافی ہیں اس آیۂ مبارکہ میں ایک لفظ "ذکر" آیا ہے وہ بہت قابلِ توجہ ہے نہ صرف اس آیت میں بلکہ اس کے بعد آیت نمبر ۹ میں پھر اس کا اعادہ ہوا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

اے نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم یہ "ذکر" ہم ہی نے آپؐ پر نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ان دونوں آیات میں اور قرآن مجید کی اور بھی بہت سی آیات میں قرآن حکیم کو "الذکر" قرار دیا گیا ہے یعنی یہی اصل ذکر ہے یہی کامل ذکر ہے۔ یہ سرتاپا اور مجسم ذکر ہے حدیث نبوی میں بھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا یہ قول نقل ہوا ہے۔

وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ ط

"یہ قرآن ہی ذکر ہے حکمت بھرا ذکر" یا ایک دوسرا مفہوم اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے۔ نہایت محکم، ذکر۔ بد قسمتی سے اس پہلو سے مسلمانوں نے قرآن مجید کی بڑی ناقدری کی ہے انہوں نے ذکر کے کچھ نئے نئے طریقے تو ایجاد کیے لیکن اس مجسم ذکر اس اصل ذکر اور اس مکمل ذکر سے بے اعتنائی کرتے چلے گئے۔ بقول علامہ اقبال ؎

وائے تذکرہ تارے دل نیست
کہ از بیش او آسان نیست

اسکو صرف حصول ثواب کے لیے اس کی تلاوت ہی کافی سمجھ لی گئی اور اسکا جو اصل مقصد تھا یعنی تذکیر، اسکو نگاہوں سے اوجھل کر دیا گیا۔ اس سورہ مبارکہ کے تیسرے رکوع میں تخلیق آدم اور قصۂ آدم و ابلیس کا ذکر ہے تخلیق آدم کا بیان اس سے قبل اس سلسلہ

کلام میں سورۂ ص میں آچکا ہے اور سورہ سجدہ میں بھی۔

یہاں جو چیز قابل توجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ تخلیق کے لیے لفظ استعمال ہوا ہے صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ" اور یہ الفاظ تین مرتبہ استعمال ہوئے یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ قرآن مجید تخلیق انسانی کے ضمن میں مادہ تخلیق کی حیثیت سے مختلف الفاظ استعمال کرتا ہے کہیں تراب یعنی مٹی، کہیں طین یعنی گارا، کہیں طین لازب، وہ گارا جسمیں لیپ اٹھ گئی ہو اور وہ چپکنے لگا ہو، کہیں حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ یعنی وہ گارا جو سڑ گیا ہو، کہیں صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ جیسے کہ اس سورہ میں تین مرتبہ آیا ہے یعنی سڑی ہوئی مٹی کا سوکھا گارا۔ اور سورہ رحمان میں الفاظ آتے ہیں "صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ" سڑی ہوئی مٹی کا وہ سوکھا گارا جو کھنکنے لگا ہو۔ غور کیا جائے تو اسمیں ایک مطابقت پائی جاتی ہے علم الحیات کے محققین نے اس روئے ارضی پر حیات کے آغاز کے بارے میں جو نظریہ پیش کیا ہے اس میں اور قرآن مجید کے اس طرز بیان میں نہایت مطابقت ہے حیات کا آغاز اس کرۂ زمین پر ان دلدلی علاقوں میں ہوا جو سمندر کے کنارے پر تھے جہاں مٹی ایک گارے کی صورت اختیار کرتی تھی کہیں وہ سوکھ جاتی تھی اور کبھی وہ پھر تر ہو جاتی تھی اور اس کی وجہ سے اسمیں خمیر اٹھا۔ پھر جب وہ دلدل خشک ہوتی ہے تو اس میں دراڑیں پڑتی ہیں اور یہی دراڑیں ہیں کہ جن میں جرثومۂ حیات نے آغاز کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

قصۂ آدم و ابلیس کے ضمن میں بھی اس سورۂ مبارکہ میں وہ بات پھر بہت زور شور کے ساتھ آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے صاف فرمادیا۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ؁

تمہیں میرے بندوں پر اختیار کوئی حاصل نہیں ہوگا۔ ہاں وہ لوگ جو خود ہی تمہاری پیروی کریں۔ جو خود سرکش ہوں، باغی ہوں، اور وہ تمہارا اتباع کریں، ان کو تم جدھر چاہو لے جانا۔ یہی وہ بات ہے کہ جو اس سے پہلے اس مقام پر ہم دیکھ چکے ہیں کہ شیطان لعین قیامت کے دن اپنے ان پیروؤں سے کہے گا کہ تم مجھے ملامت نہ کرو۔